لیاقت علی خان کے قتل کی سازش

ابن فیض

کیا اس کے پیچھے قادیانیوں کا ہاتھ تھا؟

پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان کی شہادت کے بارے میں مختلف نظریات ہیں کہ ان کا قتل اگرچہ صریحاً ایک سیاسی سازش سمجھا گیا۔ لیکن یہ کن عناصر کی سازش تھی۔ یہ بات کسی حد تک مستند شہادت رکھتی ہے کہ راولپنڈی کے جس جلسہ عام میں لیاقت علی خان کو گولی ماری گئی۔ اس میں اپنی تقریر کے لیے مرحوم نے جو مختصر نوٹ تیار کیے تھے۔ ان میں عالم اسلام کے اتحاد کے کسی منصوبے کی طرف اشارہ تھا اور یہ بات وہ ظاہر کر چکے تھے کہ راولپنڈی کی تقریر میں ایک انتہائی اہم اعلان کریں گے۔ اس لیے یہ بات قرین قیاس ہے کہ ان کے قتل کی سازش میں نہ صرف پاکستان دشمن عناصر کا بلکہ وسیع تر محاذ پر عالم اسلام کی دشمن طاقتوں کی بھی شمولیت موجود ہو۔

یہ بات بھی اس دور کے سیاسی واقعات سے ظاہر ہے کہ دولت مشترکہ کے ساتھ پاکستان کی وابستگی کے بارے میں مسئلہ کشمیر پر برطانیہ کے بھارت نواز رویہ اور دوسری معلومات کی بنا پر خان لیاقت علی خان کی ایک خاص پالیسی بن رہی تھی۔ انہوں نے علی الاعلان کہا تھا کہ برطانیہ پاکستان کو گھڑے کی مچھلی کی طرح سمجھتا ہے اور ہم اس رویہ کو برداشت نہیں کرسکتے۔ خود پاکستان کے سیاستدانوں اور اقتدار میں شامل ایسے افراد موجود تھے۔ جن کی برطانیہ سے وابستگی ڈھکی چھپی نہ تھی۔ اس بنا پر بھی لیاقت علی خان کے قتل کی سازش کے ڈانڈے ملک سے باہر اور ملک کے اندر ایک مخصوص طبقہ اور گروہ تک پہنچتے ہیں۔

سازش کے سیاسی ہونے ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ اس اہم معاملہ کی تحقیقات میں طرح طرح کی رخنہ اندازیاں ہوئیں اور تحقیقات کو غلط سمتوں میں ڈالنے کے لیے طرح طرح کے جتن کیے گئے۔ موقعہ واردات پر سازش کے بڑے آلہ کار یعنی قاتل سید اکبر کو گولی سے اڑا کر یہ اطمینان کر لیا گیا کہ راز بے نقاب نہ ہونے پائے اور پھر یہی نتیجہ نکالا گیا کہ یہ دردناک اور سفاکانہ قتل جس نے پاکستان کی تاریخ پر گہرا اثر ڈالا صرف ایک شخص کی جنونی کیفیت اور بعض معاملات پر اس کے مجنونانہ ردعمل کا نتیجہ تھا۔ یہ سوال ابھی تک حل طلب ہے کہ وزیراعظم لیاقت علی خان صاحب کے قتل کی سازش میں جو اسلام دشمن، ملک دشمن اور پراسرار ہاتھ ملوث تھے۔ ان کے سامراجی غیر ملکی مفادات اور پاکستان میں اس کے ذریعہ ہونے والی تبدیلی یا کسی تبدیلی کو روکنا، کس مقصد کے لیے تھا۔ اس سلسلہ میں ایک اہم مسئلہ اہل فکر کی نظر سے اوجھل چلا آ رہا ہے۔

قیام پاکستان کے فوراً بعد یہاں ایک طبقہ ایسا بھی تھا جو نہ صرف سیاسی اور مالی مفادات کے لیے برطانیہ کا وفادار تھا بلکہ مذہبی طور پر اور عقیدے کے اعتبار سے برطانوی اقتدار سے وابستگی رکھتا تھا۔ اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں انگریزوں نے مسلمان قوم کی اجتماعیت کو پارہ پارہ کرنے کے لیے قادیانیت کا فتنہ برصغیر میں پیدا کیا تھا اور انگریزوں کی خواہش کے مطابق قادیانی فرقے نے ہر وہ کام کرنا گوارا کیا جو انگریزی اقتدار کے تحفظ کے لیے مفید ہو سکتا تھا۔

مسلمان علماء اور اہل فکر کی نظر میں قادیانیت کا مسئلہ کوئی معمولی مسئلہ نہ تھا۔ یہ اپنے عزائم اور مقاصد کے لحاظ سے عالم اسلام کے لیے ایک اہم مسئلہ بن چکا تھا اور آزادی سے قبل اور پھر اس کے حصول کے بعد، برصغیر پاک و ہند کے جید علماء نے مذہبی آواز اٹھائی۔ پہلے پہل تو اس مسئلہ کو مخصوص طرز فکر سے چنداں اہم نہ سمجھا گیا مگر جس وقت "قادیانیت" کے اس سیاسی اور خطرناک عزائم کے کئی رخ سامنے آنے لگے تو شاعر مشرق، مفکر پاکستان علامہ اقبالؒ نے نہایت تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ پر قلم اٹھایا، جس کا برصغیر کے ہر طبقہ فکر نے فوری اثر قبول کیا۔

آزادی کے بعد علماء ملت کے علاوہ سیاسی لیڈروں میں قادیانیت کے خلاف پہلی آواز سید حسین شہید سہروردی مرحوم نے اٹھائی اور ان کے مذموم عقائد اور مقاصد سے

وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین مرحوم کو ایک طویل خط کے ذریعہ آگاہ کیا۔ سر ظفر اللہ خاں کی بحیثیت وزیر خارجہ پاکستان تقرری سے مذہبی حلقوں میں بالخصوص اور سیاسی گوشوں میں بالعموم بے چینی پائی ہی جاتی تھی۔ کیونکہ یہ حلقے اور گوشے قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں اور ناپاک عزائم سے پوری طرح آگاہ تھے۔ کیونکہ مرزا بشیرالدین محمود کا یہ بیان آنے والے خطرات کو سمجھنے کے لیے کافی تھا۔

"میں قبل ازیں بتا چکا ہوں کہ اللہ تعالٰی کی مشیت ہندوستان کو اکٹھا رکھنا چاہتی ہے۔ لیکن قوموں کی منافرت کی وجہ سے عارضی طور پر الگ بھی رکھنا پڑے تو یہ اور بات ہے ہم ہندوستان کی تقسیم پر رضامند ہوئے تو خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے۔ اور پھر یہ کوشش کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح جلد متحد ہو جائیں۔"

آزادی کے موقع پر جب ریڈ کلف کمیشن و باؤنڈری کمیشن تشکیل دیا گیا تو اس کے سامنے مرزائیوں نے اپنا الگ کمیشن پیش کیا اور قادیان کو "ویٹی کن سٹی" قرار دینے کا مطالبہ کیا اور قادیانیوں کی یہ الگ پوزیشن پاکستان کے مستقبل کے لیے کس قدر گراں قیمت اور خطرناک ثابت ہوئی۔ اس سے برصغیر میں مسائل کا ایک ایسا سلسلہ شروع ہوا جس سے ملت اسلامیہ آج تک نقصان اٹھا رہی ہے۔

یہ تمام بیانات' حالات اور عزائم قادیانیوں کی بین السطور سیاست کی غمازی کر رہے تھے۔ اس کے ساتھ قادیانیوں کی اپنی "فرقان بٹالین" اور حکومت کے مختلف محکموں میں ان کا بے پناہ اثر و رسوخ اور ظفر اللہ خاں کا وزارت خارجہ پر مسلسل متمکن رہنا پاکستان کے محب عناصر کے دلوں میں عجیب و غریب شبہات پیدا کر رہا تھا اور یہ سب کچھ اس امر کی غمازی کر رہا تھا کہ قادیانی پاکستان کو قادیانی سٹیٹ بنانے کی راہ ہموار کر رہے ہیں۔

یہ صورت حال جیسا عرض کر چکا ہوں۔ محب وطن طبقہ کے لیے از حد پریشان کن تھی۔ اس سلسلے میں ملک بھر میں کانفرنسیں منعقد ہوئیں اور علماء حق نے امت مسلمہ کو قادیانیوں کے ان مذموم ارادوں سے خبردار کیا۔ اس کے ساتھ ہی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ممتاز عالم دین خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ نے مسلم لیگ کے برسراقتدار اکابر اور دیگر زعمائے ملت سے ملاقاتوں کا ایک سلسلہ شروع کیا اور انہوں نے وزرا' سیاسی لیڈروں اور عدالت عالیہ کے بعض ججوں سے ملاقاتیں کر کے ان کو مرزائیت

کی مذہبی و سماجی حیثیت اور اس کے خطرناک عزائم سے آگاہ کیا۔ ان میں بیشتر زعماملت کے علاوہ خواجہ ناظم الدین' چودھری محمد علی مرحوم' سردار عبدالرب نشتر مرحوم' سردار بہادر خان مرحوم' شیخ دین محمد گورنر سندھ مرحوم' ملک امیر محمد مرحوم' چیف جسٹس محمد منیر' سکندر مرزا' سید ہاشم گنذر وغیرہ شامل تھے۔ لیکن قاضی صاحب کی سب سے اہم ملاقات خان لیاقت علی خان وزیراعظم پاکستان کے ساتھ تھی جو اس مضمون اور دعوت فکر کا سر عنوان ہے۔

۱۹۵۱ء کے انتخابات میں مسلم لیگ نے بعض قادیانی امیدواروں کو بھی اپنا ٹکٹ دیا اور بعض مرزائی امیدوار آزاد انتخابات لڑ رہے تھے۔ قاضی احسان احمد نے اپنی جماعت مجلس احرار کے فیصلہ کے مطابق ان مسلم امیدواروں کے حق میں کام کرنے کا فیصلہ کیا' جن کا مقابلہ مرزائی امیدوار کر رہے تھے اور اس کے ساتھ ان مرزائی امیدواروں کی بھرپور مخالفت کا عہد کیا جو لیگ کے ٹکٹ پر انتخاب لڑ رہے تھے۔ اس انتخابی مہم کے دوران خان لیاقت علی خان مرحوم پنجاب کا دورہ کر رہے تھے۔ سیالکوٹ کے قصبہ سمبڑیال میں ایک مرزائی امیدوار انتخاب لڑ رہا تھا۔ جس کے مقابلہ میں مسلم لیگ کا امیدوار بھی موجود تھا۔ ان دنوں قاضی صاحب مرحوم بھی ضلع سیالکوٹ کا دورہ کر رہے تھے اور سیالکوٹ میں ان کا قیام ماسٹر تاج الدین انصاری مرحوم کے مکان پر تھا۔ رات کو عشاء کی نماز کے بعد خواجہ محمد صفدر صاحب جنرل سیکریٹری مسلم لیگ قاضی صاحب کے پاس آئے اور درخواست کی کہ اگلے روز ۴ بجے بعد از دوپہر سمبڑیال میں مسلم لیگ کا جلسہ ہے جہاں خان لیاقت علی خان جی تشریف لا رہے ہیں۔ آپ وہاں تشریف لے چلیں اور جلسہ سے خطاب فرمائیں۔ اس جلسہ کی اہمیت وزیراعظم کے خطاب کے علاوہ اس وجہ سے بھی بڑھ گئی تھی کہ لیگی امیدوار کا مقابلہ ایک مرزائی امیدوار سے تھا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ چونکہ مقابلہ اہم ہے۔ اس لیے قاضی صاحب کی تقریر ضروری ہے۔ قاضی صاحب نے خواجہ صاحب سے پوچھا کہ آپ نے وزیراعظم سے پوچھ لیا ہے کہ انہیں وہاں تقریر کرنے کی دعوت دی جا رہی ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا یہ ان کی ذمہ داری ہے۔ چنانچہ قاضی صاحب اپنے مقامی ساتھیوں کی معیت میں سمبڑیال تشریف لے گئے اور یہ سفر انہوں نے تانگے پر طے کیا اور راستے میں اگوکی کے مقام پر بھی مختصر خطاب کیا۔ قاضی صاحب ۴ بجے شام سمبڑیال پہنچے تو جلسہ کی

کارروائی شروع ہو چکی تھی۔ جب قاضی صاحب جلسہ گاہ میں داخل ہوئے تو فضا مسلم لیگ زندہ باد' قاضی احسان احمد زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی۔ ضلعی لیگی قائدین نے بڑھ کر قاضی صاحب کا استقبال کیا۔ چند منٹ گزرے تھے کہ وزیراعظم بھی تشریف لائے تو سارے مجمع میں نعروں کی گونج پیدا ہو گئی۔ سب سے پہلے قاضی صاحب کو تقریر کی دعوت دی گئی آپ نے اپنے بیان میں اپنی جماعت اور اس کی دینی جدوجہد کا تعارف پیش کیا اور احرار نے استحکام دفاع پاکستان کے سلسلہ میں جو خدمات انجام دیں' اس کا ذکر کیا۔ امت مرزائیہ کی مذموم دینی و سیاسی سرگرمیوں کا مختصر احوال بیان کیا۔ آپ کی تقریر کی لذت اور نوائے گرم سے سامعین جھوم جھوم رہے تھے۔ آپ ے بعد وزیراعظم کا تاریخی خطاب ہوا۔ جلسہ کے اختتام پر وزیراعظم نے ایک لیگی رہنما سے پوچھا کہ "یہ مولوی صاحب کون ہیں۔" غالباً خواجہ صاحب نے ہی وزیراعظم سے قاضی صاحب کا تعارف کرایا۔ جس پر خاں لیاقت علی خاں نے خواہش ظاہر کی کہ چند گھنٹوں ۔ں سیالکوٹ کے جس جلسہ عام سے وہ خطاب کر رہے ہیں۔ اس سے قاضی صاحب بھی خطاب فرمائیں۔ قاضی صاحب نے خاں صاحب مرحوم رحمتہ اللہ علیہ کی دعوت قبول فرمائی۔

اسی روز شام سیالکوٹ شہر میں مسلم لیگ کا ایک تاریخی اجتماع تھا۔ جونہی اہل شہر کو معلوم ہوا کہ احرار کی طرف سے قاضی صاحب بھی تقریر کرنے والے ہیں تو لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگ گئے۔ وزیراعظم اور قاضی صاحب کی زبردست تقاریر ہوئیں اور اسی جلسے میں وزیراعظم نے اپنا تاریخی فقرہ کہا تھا۔

"آپ ملک کو اندرونی دشمنوں سے محفوظ رکھیں۔ میں ملک کو بیرونی دشمنوں سے محفوظ رکھوں گا"۔

جلسہ کے دوران نعرہ ہائے تکبیر' اور لیاقت علی خان' قاضی صاحب' مسلم لیگ و ختم نبوت زندہ باد کے فلک شگاف نعرے لگائے گئے۔ جلسہ کے اختتام پر قاضی صاحب نے بڑھ کر لیاقت علی خاں سے مصافحہ کیا اور عرض کیا کہ "میں آپ سے بعض اہم امور پر تبادلہ خیال کرنا چاہتا ہوں" جس پر لیاقت علی خاں نے کہا کہ آپ ابھی میرے سیلون میں تشریف لائیے' قاضی صاحب نے کہا کہ آدھ گھنٹہ میں حاضر ہو تا ہوں۔

قاضی صاحب فوراً اپنے ایک عزیز' جو وہاں ایک بنک میں کام کر رہے تھے' کے

یہاں پہنچے' قادیانیت کے لٹریچر کا ایک بڑا صندوق جس میں مرزا غلام احمد قادیانی کی تصانیف شامل تھیں اور اس کے علاوہ دوسرا لٹریچر بھی تھا۔ اپنے عزیز موصوف کو اٹھانے کو کہا۔ دونوں صندوق کے ساتھ اسٹیشن پہنچے' جہاں وزیراعظم کا سیلون کھڑا تھا۔ پلیٹ فارم پر وزیراعظم کو رخصت کرنے کے لیے صوبہ بھر کے ممتاز مسلم لیگی لیڈر موجود تھے اور اس انتظار میں ہی تھے کہ کب وزیراعظم انہیں شرف باریابی بخشتے ہیں' جب قاضی صاحب اسٹیشن پر وزیراعظم کے سیلون کی طرف بڑھے تو نواب صدیق علی خان نے کہا کہ وزیراعظم آپ کا انتظار کر رہے ہیں' آپ نے دیر کر دی۔

قاضی صاحب اپنے صندوق کے ساتھ جب سیلون میں جانے لگے تو صدیق علی خان نے کہا کہ ملاقات کے لیے دس منٹ مقرر ہیں۔ حفاظتی گارڈ نے قاضی صاحب' ان کے عزیز اور صندوق کی روایتی چیکنگ کی' لیاقت علی خان نے اپنی نشست کے ساتھ قاضی صاحب کو بٹھالیا۔ آپ نے ابتدائی بات چیت میں اپنی جماعت کے متعلق بعض غلط فہمیوں کا ازالہ کیا اور جماعت کی دفاع پاکستان کے سلسلے میں کوششوں سے آگاہ فرمایا۔ آپ نے ملک میں منعقدہ کئی جہاد کانفرنسوں کے انعقاد کے شاندار نتائج سے بھی وزیراعظم کو آگاہ کیا۔ اس کے بعد آپ نے قادیانیت کے پس منظر' ان کے مذموم مذہبی اور سیاسی نظریات سے وزیراعظم کو آگاہ کرنا شروع کر دیا۔ ان کے سیاسی عزائم کی ایک بھرپور جھلک بیشتر حوالوں سے ان کے سامنے رکھی اور پھر قادیانیوں کی ''تذکرہ'' دکھائی جس میں لکھا تھا کہ:

''نبی کریم محمد ﷺ پہلی رات کا چاند تھے اور میں مرزا غلام (احمد) چودھویں رات کا چاند ہوں.......(تذکرہ)''

خان لیاقت علی خان نے اس جملہ پر خود اپنی پنسل سے نشان لگایا اور اس کے بعد مرزا بشیر الدین محمود کی وہ سب تصانیف اور حوالے دکھائے جن میں حضور نبی کریم ﷺ حضرت فاطمہ الزہرا' حضرت حسنین اور دیگر اہل اللہ کے خلاف توہین آمیز کلمات موجود تھے۔ لیاقت علی خان ان تمام حوالوں کو خود انڈر لائن کرتے گئے اور وہ کتابیں اپنی میز پر رکھ دیں۔ جب قاضی صاحب نے لیاقت علی خان کو اکمل قادیانی کے یہ شعر دکھائے ۔

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں اور پہلے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد کو دیکھنا ہو جس نے اکمل غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

(استغفراللہ)

تو قاضی صاحب خود زار و قطار رو رہے تھے۔ لیاقت علی خان کی آنکھیں بھی ڈبڈبا گئیں اور دوسرے مذہبی اور سیاسی حوالے دیکھنے کے بعد قاضی صاحب سے فرمایا کہ "قاضی صاحب آپ اسی سیلون میں میرے ساتھ کراچی چلیں۔" قاضی صاحب نے اپنے طے شدہ جماعتی پروگراموں کو منسوخ کرنے کی بنا پر ساتھ چلنے سے معذرت چاہی۔ البتہ وعدہ کیا کہ چند روز تک کراچی حاضر ہو کر ملاقات کریں گے۔ قاضی صاحب کی لیاقت علی خاں سے یہ ملاقات ۴۵ منٹ جاری رہی اور رخصت ہوتے وقت لیاقت علی خان نے قاضی صاحب کو یہ الفاظ کہے کہ:

"مولانا آپ نے اپنا فرض ادا کر دیا 'اب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنا فرض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔"

ایک ملاقات میں چودھری محمد علی سابق وزیر اعظم جن سے قاضی صاحب کے تعلقات انتہائی عزیزانہ ہو گئے تھے' نے کراچی میں قاضی صاحب سے کہا کہ جب سے لیاقت علی خاں نے آپ سے ملاقات کی ہے۔ اب کیبنٹ میٹنگ میں ظفراللہ خان کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے بلکہ ایک میٹنگ میں ظفراللہ خان کو ان الفاظ سے لیاقت علی خان نے مخاطب ہو کر کہا:

"میں جانتا ہوں کہ آپ ایک خاص جماعت کی نمائندگی کرتے ہیں" اس کے تھوڑے عرصے بعد پاکستان کے اس مرد جلیل کو انتہائی پر اسرار حالات میں شہید کر دیا گیا۔ قاضی صاحب نے ان کی شہادت کے بعد انکشاف کیا کہ لیاقت علی خان کا پروگرام تھا کہ قادیانیوں کو ایک سیاسی حیثیت دے کر خلاف قانون قرار دے دیا جائے۔ لیکن زندگی نے مہلت نہ دی اور اسی ملاقات کے بعد لیاقت علی خان کو ایک گہری سازش کے تحت شہید کر دیا گیا۔

(ہفت روزہ "ختم نبوت" کراچی 'از قلم: ابن فیض)